حرفِ آغاز　　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل مذاہب سے بعض گزارشات

سید جلال الدین عمری

یہ ایک حقیقت ہے اور بہت ہی دردناک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں مذہب کے نام پر بار بار ایسی فضا پیدا کر دی جاتی ہے کہ عوام کا ایک طبقہ عقل و خرد کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے اور فسادات، ہنگاموں، قتل و خون اور توڑ پھوڑ کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ فسادات اور ہنگاموں کی آگ جہاں بھڑکتی ہے بالعموم وہیں تک محدود نہیں رہتی بلکہ دور دراز کے مقامات بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

یہ صورت حال کسی متعین مذہب ہی کے لیے نہیں بلکہ نفس مذہب کے لیے تشویشناک ہے، اس کی وجہ سے مذہب پر سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، ملک کے سنجیدہ افراد یہ تاثر لینے پر مجبور ہو سکتے ہیں بلکہ ہو رہے ہیں کہ مذہب ایک جنون ہے، یہ محض تخریب اور فساد کا ذریعہ ہے، اس سے انسان کی فلاح و بہبود کی توقع نہیں کی جا سکتی، اس سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مذہب کے خلاف یہ ایک سازش اور اسے بدنام کرنے کی ترکیب ہو۔ اس پر اہل مذاہب کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور اس کے دفاع کی تدبیر کرنی چاہیے۔

اس صورت حال کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ مذہب، سیاست پیشہ افراد کا آلۂ کار بن کر رہ گیا ہے۔ ملک کی قیادت تو بہت بڑی بات ہے، یہاں اس سے بحث نہیں ہے، محدود معنی میں مذہب کی قیادت بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے جو اس سے مخلصانہ اور بے غرض تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی قیادت عملاً وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ان کی زندگیاں اس کی تعلیمات سے خالی ہیں، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے دروغ گوئی سے کام لے سکتے ہیں، غیروں ہی کو نہیں اپنوں کو بھی فریب دینے

میں وہ کوئی تکلف یا تردد نہیں محسوس کرتے، کم زوران کے ظلم کا نشانہ ہوتے ہیں اور جی بھر ان کا استحصال کرنے میں انھیں کوئی تامل نہیں ہوتا یہی لوگ فتنہ و فساد میں آپ کو پیش پیش ملیں گے۔ انھیں مذہب سے کوئی ہمدردی نہیں ہے بلکہ اپنے مفادات کے لیے وہ سرگرداں ہیں اور مذہب کو اس کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اس صورت حال کا دوسرا سبب یہ ہے کہ یہاں کے عوام کی اکثریت خود اپنے مذہب، اس کی تعلیمات اور اس کے تقاضوں سے بے خبر ہے۔ اسے مذہب سے بس ایک طرح کا جذباتی تعلق ہے اس وجہ سے مذہب کے نام پر اسے آسانی سے جمع کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اس جذبہ سے مفاد پرست فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مذہبی نعروں کے ذریعہ عوام کو گم راہ کر رہے ہیں۔ عوام کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے کہ کون مذہب کے معاملے میں مخلص ہے اور کون ان کا استحصال کر رہا ہے؟

یہ سارے ہنگامے مذہب کے نام پر ہوتے ہیں، اس لیے مذہب سے بے غرض تعلق رکھنے والے افراد، جماعتوں اور اس کے بہی خواہوں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ یہ ان کا اولین فرض ہے کہ مذہب کی تصویر کو بگڑنے نہ دیں، یہاں کے عوام و خواص کو بتائیں کہ مذہب ظلم و بربریت کو پھیلانے کے لیے نہیں، اسے مٹانے کے لیے آیا ہے، اس نے عداوت و نفرت کا نہیں محبت و اخوت کا درس دیا ہے، وہ ظلم کو مٹانا اور عدل و انصاف کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ آنی چاہیے اور ہر گوشہ سے آنی چاہیے کہ دنیا کے کسی مذہب نے قتل و خوں ریزی، عصمت دری اور لوٹ مار کا حکم نہیں دیا، کسی مذہب نے یہ سبق نہیں پڑھایا کہ بے گناہوں کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا جائے، معصوم بچوں کے گلے کاٹ دیے جائیں، آباد گھروں میں آگ لگا دی جائے، راہ گیروں پر حملے ہوں اور انھیں خنجروں اور گولیوں کا نشانہ بنایا جائے، نہتے اور بے یار و مددگار مسافروں کو اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، انسان اپنی انسانیت کا جامہ اتار پھینکے اور درندہ بن جائے، اس کی بہیمیت اور درندگی کے نتیجہ میں جوان عورتوں کے سہاگ لٹ جائیں، ردائے عفت و عصمت بر سر عام تار تار ہونے لگے، معصوم بچے یتیم اور بے آسرا ہو جائیں اور بوڑھے ماں باپ، اپنے سہارے کھو بیٹھیں، جس شخص کا مذہب سے

ذرہ برابر بھی تعلق ہو اس سے اس شقاوت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ وہ اس پاپ کے تصور سے بھی لرز اٹھے گا۔

یہ بات صرف زبان کی حد تک نہ ہو بلکہ مذہب کے حقیقی پیروکاروں کو فتنہ و فساد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا چاہیے۔ جو لوگ مفسد، فتنہ پرداز اور فسادات میں ملوث ہوں ان کے سیاہ چہروں پر سے نقاب اتار دینی چاہئے اور انھیں دنیا کے سامنے عریاں کر دینا چاہیے کہ یہ غرض کے بندے اور مفادات کے غلام ہیں۔ ان کا دین دھرم سے کوئی تعلق نہیں ہے، انھیں ان کے جرائم کی سزا ملنی چاہیے، انھیں معاشرہ سے الگ تھلگ کر دیا جائے اور مذہب کے استعمال کی اجازت نہ دی جائے، عوام کو ان کی سازشوں سے آگاہ کیا جائے، ان کے دام تزویر سے نکالا جائے اور انھیں صحیح قیادت فراہم کی جائے۔ مذہب کے علم برداروں کے اس جرم کو تاریخ معاف نہیں کرے گی کہ ان کے سامنے انسان مذہب کے نام پر حیوان بن جائے اور وہ خاموش تماشائی بنے رہیں اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ مذہب کی قیادت شرپسندوں، مفسدوں اور طالع آزما افراد کے ہاتھوں میں چلی جائے اور وہ اس کی اخلاقیات کو پامال کرتے اور اس کی تصویر کو مسخ کرتے پھریں اور مذہب کے نام لیوا اس کا دفاع بھی نہ کر سکیں۔

اخلاقی تعلیمات مذاہب کا مشترک سرمایہ ہیں۔ جان و مال کا احترام، دل کا بغض، حسد، نفرت، حرص، لالچ، تکبر اور شیخی جیسے امراض سے پاک ہونا، عفت و عصمت، صداقت و راست بازی، دیانت و امانت، فراخ دلی اور فراخ حوصلگی اور تواضع اور خاکساری جیسی صفات سے آراستہ ہونا، چھوٹوں سے پیار و محبت اور بڑوں کی تعظیم و تکریم کرنا، کمزوروں کو سہارا دینا، مسکینوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کے کام آنا، حق داروں کے حقوق پہچاننا، ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کی حمایت کرنا، یہ وہ اعلیٰ اخلاقی قدریں ہیں جن کے بارے میں مذاہب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ ہر مذہب کی تعلیم کا ایک اہم حصہ ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کے بغیر مذہب کا تصور بھی مشکل سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ انسان کو انسان اور فرد اور معاشرہ کے تعلق کو خوش گوار بناتی ہیں۔ ان کے چرچے سے کسی مذہبی مجلس کو خالی نہیں ہونا چاہئے۔ تمام ذرائع ابلاغ کو اس میں لگ جانا چاہیے اور سب سے پہلے اہل مذاہب کو ان کا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ مذاہب کے درمیان اختلافات بھی ہیں اور ان کی ایک طویل تاریخ بھی ہے۔ کہیں توحید ہے کہیں شرک ہے، کہیں آسمانی ہدایت کا تصور ہے اور کہیں ریاضت اور نفس کشی کے نتیجہ میں ہدایت انسان کے اندر سے ابھرتی ہے، کہیں آخرت ہے اور کہیں تناسخ ہے، کہیں عبادت و ریاضت کے باوجود انسان اور خدا کا فرق ہر حال میں باقی رہتا ہے اور کہیں انسان مکتی اور نجات پاکر خدا میں گم ہوجاتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ اختلافات ناقابل حل ہیں اور مذہبی نزاعات کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ان سے تصادم اور ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مذاہب کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ منزل کا نہیں راستوں کا اختلاف ہے۔ منزل سب کی ایک ہے البتہ راستے جدا جدا ہیں۔ وہ ان اختلافات کو غیر حقیقی تصور کرتے ہیں اور انھیں وہ اہمیت نہیں دیتے جو دی جانی چاہیے۔ اس وجہ سے ان کے حل کی طرف ان کی توجہ نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مذاہب کے درمیان اختلافات ہیں اور بنیادی نوعیت کے ہیں۔ ان میں عقیدہ کا اختلاف بھی ہے۔ نہ تو اس سے انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے جزئی اور فروعی کہہ کر نظر انداز ہی کیا جاسکتا ہے لیکن ان سارے اختلافات کے باوجود حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔ اس کے دروازے جس طرح دنیا کے کسی گروہ کے لیے بند نہیں ہیں اسی طرح اہل مذاہب کے لیے بھی بند نہیں ہیں، البتہ اس کے لیے دو باتوں کا اہتمام کرنا ہوگا۔

۱۔ ایک تو یہ کہ مذاہب کے احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے، کوئی شخص کسی مذہب کا استخفاف اور اس کی توہین نہ کرے، اس کی تعلیمات میں تحریف نہ کرے۔ اس کی طرف وہ باتیں نہ منسوب کرے جن سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، اس کی محترم شخصیتوں اور بزرگوں کو برا بھلا نہ کہے اور ان کی تعلیمات کا مذاق نہ اڑائے۔ مذاہب کے درمیان جو اختلافات ہیں انھیں زبردستی ختم کرنے اور کسی ایک مذہب یا تہذیب کو بہ جبر مسلط کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جبر و اکراہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ اس سے بغاوت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ یہ مذہب کی روح کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے کہ مذہب حقیقی خدا پرستی کا نام ہے اور کسی کو بہ جبر خدا پرست نہیں بنایا جاسکتا۔ جب خدا نے اپنی پرستش کے لیے انسان کو مجبور نہیں کیا تو اس جیسا کوئی دوسرا فرد اسے کیسے مجبور کرسکتا ہے؟

۲۔ دوسرے یہ کہ عقیدہ وعمل کی آزادی ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ اس حق کو تسلیم کرکے اہل مذاہب کو اپنے اختلافات حل کرنے چاہئیں کھلی فضا میں ایک دوسرے کے خیالات کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے، کسی بھی مسئلہ میں حقائق کو مسخ کرنے، واقعات کو توڑنے موڑنے اور ردّ وکد کا انداز نہ اختیار کیا جائے مسائل کو خلوص کے ساتھ حل کرنے کا جذبہ ہو اور عدل وانصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں تو پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں۔ یہ عجیب وغریب بات ہے اور اہل مذاہب کے لیے باعث شرم کہ بڑے بڑے سیاسی اختلافات تو گفت و شنید سے حل ہوں اور مذہبی دنیا میں اس کا امکان باقی نہ رہے۔

اس سلسلہ کی آخری بات یہ ہے کہ مذہب کے بارے میں یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اس کا تعلق انسان کی صرف انفرادی زندگی سے ہے، اجتماعی زندگی اس سے آزاد رہے گی اور اسے آزاد رہنا ہی چاہیے۔ اس کے حق میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ مذہب ناقابل عمل ہے اور اجتماعی زندگی کا بوجھ اٹھانے کی اس میں سکت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مذہبی نزاعات بھی اس راہ میں رکاوٹ ہیں۔ وہ اجتماعیت کے لیے سخت تباہ کن ہیں۔ ان نزاعات کی وجہ سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے کہ مذہب لوگوں کو جوڑنے اور انھیں ایک دوسرے سے قریب کرنے کی خدمت انجام دے سکے گا۔ اس سے افتراق و انتشار ہی پھیل سکتا ہے۔ اس غیر منطقی اور غیر فطری بات کو اہل مذاہب نے بھی عملاً تسلیم کرلیا ہے، حالانکہ یہ مذہب کے خلاف ایک سازش ہے۔ مذہب کا رول پوجا پاٹ اور پرستش تک محدود ہو اور دنیا کی صلاح وفلاح اور اس کے مسائل سے اس کا تعلق نہ ہو تو اس سے کسی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟ مذہب مخالف عناصر یہی چاہتے ہیں کہ مذہب اپنی کشش کھودے اور وہ بے جان ہوکر رہ جائے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب کا اجتماعی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے، دوسری طرف مذہب کی اخلاقی تعلیمات کی ضرورت اور اہمیت کا اعتراف بھی کیا جاتا ہے، حالانکہ مذہب کا رشتہ اجتماعی زندگی سے ٹوٹنے کے بعد اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ اس کی اخلاقیات معاشرہ میں باقی رہیں گی۔

مذہب کی اصل، اس کے اختلافات اور زندگی سے اس کے تعلق کے بارے

میں اسلام کا ایک مخصوص نقطۂ نظر ہے۔ وہ یہ کہ انسان، خدا کے دین یا اس کی ہدایت اور راہنمائی سے کبھی محروم نہیں رہا۔ اس نے اول روز سے اسے دین کی دولت سے نوازا ہے۔ یہ دین بنیادی طور پر ہمیشہ ایک ہی رہا۔ وہ یہ کہ عبادت اور اطاعت صرف خدا کی ہونی چاہیے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ لیکن اس سے انحراف بھی ہوتا رہا۔ یہ انحراف خواہشات کی پیروی اور نفسانیت کا نتیجہ تھا۔ خدا کی طرف سے ہر دور میں اس کے پیغمبر آتے رہے اور اسی دین کی طرف بازگشت کی دعوت دیتے رہے۔

قرآن مجید ایک طرف تو ان تعلیمات کا خلاصہ پیش کرتا ہے جو خدا کے پیغمبروں کے ذریعہ اس دنیا میں آتی رہی ہیں، دوسری طرف ان میں جو حذف و اضافہ اور انحراف ہوا ہے اس کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اور امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ خدا سے انسان کے روحانی رشتہ کو مضبوط کرنے کے ساتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ انسان کس طرح پوری زندگی میں خدا کی مرضی کا پابند رہ سکتا ہے؟ اس کے لیے وہ عبادات و اخلاق سے لے کر معاشرت، معیشت، قانون و سیاست اور تہذیب و تمدن غرض ہر شعبۂ حیات کے لیے ایک مربوط خاکہ پیش کرتا ہے۔ اس میں حقوق و ذمہ داریوں کی تقسیم عدل و انصاف اور مساوات کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آنے والا آخری دین ہے اور اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔ اس میں شک نہیں یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اسے کسی تعصب یا تنگ نظری کی بنیاد پر رد کر دینا صحیح نہ ہوگا۔ اس پر سنجیدہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک اہم کتاب

ایمان و عمل کا قرآنی تصوّر

الطاف احمد اعظمی

○ ایمان و عمل کے مروجہ تصور کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ ○ قرآن و سنت کے نقطۂ نظر کی مدلل اور دلنشیں تشریح کرتی ہے ○ ایمان و عمل کے تقاضے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ واضح کرتی ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ خوبصورت سرورق۔ صفحات ۲۸۰ قیمت ۲۵ روپئے لائبریری ایڈیشن ۴۰ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲